حکومتی قرطاس ابیض کے الزامات کے جواب

اسلام کا نظریہ جہاد اور جماعت احمدیہ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۵ رفروری ۱۹۸۵ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:

أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقْتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (سورۃ الحج: ۴۰-۴۱)

اور پھر فرمایا:

حکومت پاکستان کے شائع کردہ رسالہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف جو بہتان لگائے گئے ہیں اور الزام تراشیوں سے کام لیا گیا ہے ان میں ایک اہم الزام یہ ہے کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک انگریزوں کے خود کاشتہ پودا تھے۔ گویا جماعت احمدیہ انگریزوں کی ہی قائم کردہ ایک جماعت ہے۔ اس سلسلہ میں گزشتہ خطبہ میں اس الزام کے ایک پہلو سے متعلق میں نے احباب جماعت کو مخاطب کیا تھا اور اس کے مختلف زاویوں اور مختلف حصوں پر روشنی ڈالی تھی اب

میں بعض اور پہلوؤں سے اس الزام کی مختلف شاخوں پر گفتگو کروں گا۔

اس الزام کے ساتھ تعلق بناتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کا منسوخ کرنے والا قرار دیا گیا اور یہ دلیل قائم کی گئی ہے کہ چونکہ آپ انگریز کے مقاصد کی خاطر انگریزوں ہی کی طرف سے کھڑے کئے گئے تھے اس لئے ان مقاصد میں سے ایک اہم مقصد جہاد کی تنسیخ تھا اور چونکہ آپ نے اپنے کلام میں اس بات کو (قرطاس ابیض کے مطابق) بکثرت تسلیم کیا ہے کہ آپ انگریز کے مقصد کو پورا کرنے کی خاطر انگریز ہی کی طرف سے ایک نمائندہ بن کر کھڑے ہوئے۔

اگر اس دلیل کا قریب سے بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کے بہت سے پہلو ہیں جن کو مدّنظر رکھتے ہوئے اس کا جائزہ لینا ہوگا۔ سب سے پہلے یہ کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انگریز کے مقاصد کی خاطر تنسیخ جہاد کا اعلان کیا تو وہ مقاصد کیا تھے اور وہ آپ کی ذات سے کیسے پورے ہوئے؟ دوئم یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تنسیخ جہاد کا اعلان کن حالات میں کیا۔ کون سے خطرات تھے جو انگریزوں کو حقیقۃً درپیش تھے؟ اس کا سیاسی پس منظر کیا تھا؟ اس کے علاوہ اور بہت سے امور ہیں جن کو میں نے نکتہ بہ نکتہ ذہن میں رکھا ہوا ہے اور میں انشاء اللہ ان میں سے ہر پہلو پر روشنی ڈالوں گا۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ بات دیکھنے والی ہے کہ اگر انگریز نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کروانا تھا اور مسلمانوں کو اس خیال سے باز رکھنا تھا تو یہ ناممکن تھا کہ آپ سے ایسا دعویٰ بھی ساتھ کروا دیتے جن سے ساری قوم آپ کی دشمن ہو جاتی۔ کہاں وہ دن تھے کہ علماء آپ کو عظیم الشان خراج تحسین پیش کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ عالم اسلام میں حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد سے لے کر آج تک اس قسم کا عظیم مجاہد اسلام پیدا نہیں ہوا اور کہاں وہ دعاوی جن کے نتیجہ میں اچانک ساری کایا پلٹ گئی۔ غیر تو غیر اپنے بھی دشمن ہو گئے، خونی رشتے دار خونی دشمنوں میں تبدیل ہو گئے اور ایک ہی دعویٰ کے ساتھ ایک ہی رات میں ایسی کایا پلٹی کہ تمام دنیا میں گویا ایک بھی آپ کا حمایتی نہ رہا۔

ایسا دعویٰ کروا دینا جس کے نتیجہ میں ساری دنیا دشمن ہو جائے اس کے بعد انگریز کو کیا توقع تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کون مانے گا۔ یعنی تنسیخ جہاد کے اعلان کے لئے

کھڑا کیا جارہا ہے اور دعاوی وہ کروائے جارہے ہیں کہ جن کے بعد وہ لوگ جو کچھ تعلق رکھنے والے تھے وہ بھی خون کے پیاسوں میں تبدیل ہو جائیں ایسی جہالت کی بات کسی ایسے شخص کی عقل میں آجائے جس قسم کے اشخاص آج کل احمدیت کی دشمنی میں نمایاں ہیں تو یہ ممکن ہے۔لیکن دنیا کا کوئی معقول آدمی اسے تسلیم نہیں کرسکتا۔یعنی آپ کے ہاتھوں اپنا مصنوعی خدا مروالیا اور نبوت یعنی امتی نبی کا دعویٰ کروا کر تمام مسلمانوں کو آپ کا دشمن بنوا دیا۔حضرت بابا نانکؒ کے متعلق اعلان کرا کے ان تمام سکھوں کو جو پنجاب میں اردگرد بستے تھے دشمن بنا دیا۔آریوں سے ٹکر لگوائی اور سارے آریہ سماج کو دشمن بنا دیا۔سناتن دھرمیوں سے ٹکر لگوائی اور سارے سناتن دھرمیوں کو دشمن بنوا دیا، بدھوں کے متعلق وہ اعلان کروایا جو انہیں قبول نہ تھا، زرتشتیوں کے متعلق وہ اعلان کروایا جو انہیں قبول نہیں تھا اور تمام دنیا میں جتنی قومیں بھی مذہب کی طرف منسوب ہوتی ہیں ان سب کو چیلنج دلوا دیا اور ہر ایک کے متعلق ایسی بات کہلوائی جو سب کے دل کو کڑوی لگتی تھی اس قسم کا مدعی تو کبھی دنیا میں کسی نے نہیں دیکھا کہ باتیں وہ کہے جو کڑوی ہوں اور ہر ایک کو تکلیف پہنچاتی ہوں اور مقصد اس کا یہ ہو کہ لوگوں کو اپنے پیچھے چلائے اور ان کے خیالات تبدیل کرے۔اس قسم کے اشخاص تو سوائے نبوت کے کبھی منصۂ شہود پر نہیں ابھرا کرتے۔قرآن کریم کی تاریخ اٹھا کر دیکھئے تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واقعۂ نبوت کے سوا ایسا واقعہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص ساری دنیا کو اپنی طرف بلانے والا ہو اور دعویٰ ایسا کردے جو ساری دنیا کو قبول نہ ہو اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وقت کا سب سے کڑوا دعویٰ یہ ہوا کرتا ہے کہ ''خدا نے مجھے بھیجا ہے'' جس کے نتیجہ میں غیر تو غیر اپنے بھی ساتھ چھوڑ دیا کرتے ہیں۔پس ایسا دعویٰ انگریز نے کروا دیا جو ان مخالفین کے نزدیک قطعاً جائز نہیں اور پھر توقع یہ رکھی کہ جب یہ شخص کہے گا کہ جہاد کا خیال چھوڑ دو تو سارے مسلمان ایک دم جہاد کا خیال چھوڑ دیں گے اور انگریزی حکومت کی ساری سردردی ختم ہو جائے گی، سارے مسائل حل ہو جائیں گے کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے جو اعلان کر دیا۔یہ بات ان لوگوں کی عقل میں آجائے تو آجائے کوئی معقول انسان ایسی الٹی بات کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

پھر حالات کیا تھے جن سے انگریزوں کو خطرہ تھا۔آیئے! اب ہم ان حالات اور اس سیاسی پس منظر کا جائزہ لیں جس وقت انگریز ہندوستان میں داخل ہوا اور اس نے اپنی حکومت مستحکم کی ہے۔

اس وقت مسلمانوں کے کس قسم کے حالات تھے، کیسی طاقت کا دور دورہ تھا جس سے انگریز خائف تھا۔ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی اس دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سکھوں کے مظالم ان کے سامنے تھے۔ مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو محفوظ نہ رہی تھی۔ ان کا خون حلال ہو چکا تھا۔ گائے کی قربانی ممنوع تھی، مسجدوں سے اصطبل کا کام لیا جا رہا تھا۔ غرض مظالم کا ایک بے پناہ سیلاب تھا۔''

''اس وقت پنجاب میں سکھا شاہی کا دور تھا جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لئے جا رہا تھا۔ آنکھیں سب کچھ دیکھتی تھیں مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے''۔ (ہندوستان کی پہلی تحریک صفحہ: ۴۵،۳۷)

سارا ہندوستان پس رہا تھا مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے اور شمال سے جنوب تک کے مسلمانوں کو یہ توفیق نہیں تھی کہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کی حرمت کا اعلان کریں اور ان لوگوں کے خلاف جہاد کریں جنہوں نے اس کو حلال کر دیا تھا۔ ان کے نزدیک گائے کا خون حرام تھا لیکن مسلمان کا خون حلال ہو چکا تھا، ان کے نزدیک مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو کی کوئی بھی قدر و قیمت نہ تھی۔ ان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی آبرو کی حفاظت کے لئے تو کوئی بھی ہاتھ نہیں اٹھا۔ ان کو اس دور سے کس نے نجات دی وہ انگریزی حکومت ہی تھی۔ جب وہ آئی تب مسلمانوں کے لئے امن آیا۔ کیا پھر ان مسلمانوں سے وہ انگریز خوف کھا رہے تھے جو دلّی میں ایک حکومت بنا کر بیٹھے ہوئے تھے جن کی دلّی بھی جشن منا رہی تھی، تمام ہندو ریاستیں آزاد ہو چکی تھیں۔ ہر طرف سے خونخوار بھیڑیوں کی طرح ان مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا جن میں اپنی حفاظت کی بھی طاقت نہیں تھی اور جن سے صرف ایک کمپنی نے ہی حکومت چھین لی تھی کیا ان سے انگریزوں کو خوف تھا کہ وہ انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیں گے۔ اور اس جہاد میں معقولیت کیا ہوتی؟ ذرا غور تو کریں کہ انگریز آیا اور سکھوں کے مظالم سے نجات دی، ہندو راجوں اور مرہٹوں کے ظلم وستم اور استبداد سے مسلمانوں کو بچایا اور پھر اچانک مسلمان اٹھ کھڑے ہوتے کہ اچھا! اب تم نے ہمیں بچا لیا ہے تو ہم تمہیں ٹھیک کرتے ہیں اور سزا دیتے ہیں اور تمہیں بتاتے ہیں کہ کیسے مظلوموں کو بچایا جاتا ہے۔ یہ تھا تمہارا تصور

جہاد؟ کوئی عقل کی بات کرو، کوئی ہوش کے ناخن لو، کیا دعوے کر رہے ہو، دنیا کو کیا مُنہ دکھاؤ گے کہ یہ ہمارے دعوے ہیں، اس انگریز کے خلاف ہم جہاد کرنا چاہتے تھے جس نے سکھوں کے مظالم سے ہمیں رہائی دلائی۔ لیکن ہوا یہ کہ انگریز نے ایک ایسے شخص کی زبان سے جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کرا دیا جو ہمارا دشمن اور انگریز کا ایجنٹ تھا اس لئے ہم نے انگریز سے جہاد نہ کیا۔ کیا ایسی نامعقول باتیں کوئی تسلیم کر سکتا ہے؟

اس کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کون سے جہاد کو حرام قرار دیا ہے۔ جہاد کے تو مختلف پہلو ہیں مثلاً تلوار کا جہاد ہے، وقت کی قربانی پیش کرنے کا جہاد ہے، تبلیغ اسلام کا جہاد ہے وغیرہ یہ بڑا وسیع مضمون ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس جہاد کو حرام کہا؟ کیا اسلامی جہاد کے تصور کو حرام کہا یا لوگوں کے بگڑے ہوئے تصور کو حرام قرار دیا؟ تو جس نے کہا اس کی زبان سے سنو اور غور کرو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے کس چیز کو حرام کہہ رہا ہے اور کس چیز کو حلال بتا رہا ہے۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس پڑھ کر سناؤں اس میں جس پادری کا ذکر ہے اس کا پس منظر بتا دیتا ہوں۔ آپؑ کے زمانہ میں پادری (خصوصاً وہ جو مسلمانوں سے مرتد ہوئے تھے) اسلام پر شدید حملے کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اسلام تلوار کے جہاد کی تلقین کرتا ہے اور ادھر انگریزی حکومت کو متنبہ کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دو، ان میں اٹھنے کی طاقت نہ رہنے دو۔ یہ وہ دور تھا جب کہ عیسائی پادری بڑھ بڑھ کر انگریزوں کو مسلمانوں کے عقیدہ جہاد کی وجہ سے بھڑکانا چاہتے تھے۔ گو انگریزوں کے غلبہ کے بعد مسلمان بیچاروں میں تو کوئی جوش آہی نہیں رہا تھا۔ ان کی باتیں میں آپ کو سناؤں گا تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ وہ اس کے نتیجہ میں کیا سوچ رہے تھے اور کس طرح انگریزوں سے مخاطب ہو رہے تھے اور انہیں کیا درخواستیں دے رہے تھے۔ لیکن یہ پادریوں کا یکطرفہ ظالمانہ حملہ تھا اور ان کی اسلام دشمنی کا ثبوت تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس بہانے سے مسلمانوں کو ہندوستان میں کچل دیا جائے اور ہندو طاقت کی سرپرستی کی جائے اور اسے ابھارا جائے جبکہ ہندوؤں کا بھی یہی طریق تھا کہ وہ بار بار انگریز حکام کو مخاطب کر کے توجہ دلاتے تھے کہ اصل خطرہ تمہیں مسلمانوں سے ہے اس لئے ان مرے مٹوں کو اَور بھی بالکل مٹا دو، برباد کر دو، اٹھنے کی طاقت کا خیال ہی ان کے دل سے نکال دو۔ پادری عماد الدین

سابق واعظ وخطیب جامع مسجد آگرہ جس کا پہلے بھی ذکر آچکا ہے اس کے ایسے ہی الزامات کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اس نکتہ چین نے جو جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر انگیختہ کرتا ہے سواس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افتراء نہیں۔ قرآن شریف صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کار بند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور وہ ان لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں سے اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور مومنوں پر واجب ہے کہ ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں''۔

(نور الحق حصہ اول روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ:۶۲ ترجمہ از عربی عبارت)

یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ''تنسیخ جہاد''۔ اب اور سنئے! کس چیز کو حرام قرار دیا، کس چیز کے خلاف آپ نے جہاد کا علم بلند کیا۔ سو واضح ہو کہ بعض جاہل علماء اور پادریوں کے غلط تصورات تھے جن کے خلاف آپ نے آواز بلند کی ہے۔ ان علماء کے غلط تصورات کے نتیجہ میں اسلام کو تو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچنا تھا کیونکہ ان میں لڑنے کی کوئی طاقت ہی نہیں تھی ہاں نقصان کے بہت سے اندیشے اور خطرات تھے جو ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''سبحان اللہ! وہ لوگ کیسے راست باز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکہ میں ان کو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگر چہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔ پس وہ اس حکم کو پا کر شیر خوار بچوں کی طرح عاجز اور

کمزور بن گئے گویا نہ ان کے ہاتھوں میں زور ہے نہ ان کے بازوؤں میں طاقت۔ بعض ان میں سے اس طور سے بھی قتل کئے گئے کہ دو اونٹوں کو ایک جگہ کھڑا کر کے ان کی ٹانگیں مضبوط طور پر ان اونٹوں سے باندھ دی گئیں اور پھر اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا گیا۔ پس وہ ایک دم میں ایسے چِر گئے جیسے گاجر یا مولی چیری جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں اور خاص کر مولویوں نے ان تمام واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے اور اب وہ خیال کرتے ہیں کہ گویا تمام دنیا ان کا شکار ہے اور جس طرح ایک شکاری ایک ہرن کا کسی بن میں پتہ لگا کر چُھپ چُھپ کر اس کی طرف جاتا ہے اور آخر موقع پا کر بندوق کا فائر کرتا ہے یہی حالات اکثر مولویوں کے ہیں۔ انہوں نے انسانی ہمدردی کے سبق میں سے کبھی ایک حرف بھی نہیں پڑھا بلکہ ان کے نزدیک خواہ نخواہ ایک غافل انسان پر پستول یا بندوق چلا دینا اسلام سمجھا گیا ہے۔ وہ لوگ کہاں ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح ماریں کھائیں اور صبر کریں۔ کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کریں۔ کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ، بے جرم، بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ، اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک ایسا شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ روشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کے لئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے؟ نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر

اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے“۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ:۱۲۔۱۳)

پس یہ وہ جہاد کا تصور ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ علماء میں سے آج کون ہے جو اس کو آج بھی حلال کہہ سکتا ہے۔اس لئے جھوٹے الزام لگا رہے ہیں۔ جس چیز کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے وہ مخالفین کے اپنے تصورات تھے۔ لیکن ان کے یہ تصورات اب ظاہر ہو رہے ہیں، اس وقت وہ خفیہ باتیں کیا کرتے تھے اور جہاں تک انگریزی حکومت کا تعلق ہے اس کو مخاطب کر کے جہاد کا وہی تصور بتاتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ میں اس مضمون کے متعلق ابھی چند اقتباس پڑھوں گا تب آپ کو پتہ چلے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کیسے کیسے مخالفین سے واسطہ پڑا تھا۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو یونہی تو نہیں چنا کرتا اور ان سے پیار کیا کرتا بلکہ وہ انہیں نہایت ہی دکھوں اور مصیبتوں کے ابتلاء میں ڈالتا ہے، انہیں نہایت ہی ظالموں کے ساتھ واسطہ پڑتا ہے اور وہ صبر سے کام لیتے ہیں تب خدا کے حضور مقدس اور پاکیزہ گنے جاتے ہیں اور ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جو خدا کو پیارے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

فرفعت هذه السنة برفع اسبابها فی هذهِ الایام

کہ تلوار کے ساتھ جہاد کے شرائط پائے نہ جانے کے باعث موجودہ ایام میں تلوار کا جہاد نہیں رہا۔

پھر فرمایا:

وا مرنا ان نعد للکافرین کما یعدون لنا ولا نرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام.

اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کافروں کے مقابل میں اس قسم کی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابلہ کے لئے کرتے ہیں یا یہ کہ ہم کافروں سے ایسا ہی سلوک کریں جیسا وہ ہم سے کرتے ہیں اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں اس وقت تک ہم بھی ان پر تلوار نہ اٹھائیں۔“

(حقیقۃ المہدی روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ:۴۵۴)

پھر فرماتے ہیں:

’’اس زمانہ کا جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ میں جہاد یہی ہے کہ اعلاء کلمہ اسلام میں کوشش کریں‘‘

(البدر نمبر ۳۰، جلد ۲، ۱۴؍اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۹)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف جہاد کا وہ تصور منسوخ فرمایا ہے جو علماء نے اپنی طرف سے گھڑ لیا تھا۔ جب تک شرائط جہاد پوری نہ ہوں اس وقت تک جہاد کرنا منع ہے۔ اور وہ بھی جہاد کا صرف ایک حصہ ہے جو شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے منع ہے۔ جہاں تک جہاد کے وسیع تر مضمون کا تعلق ہے جہاد فی ذاتہ تو کبھی منسوخ ہو ہی نہیں سکتا وہ ہر حال میں لازماً ہمیشہ جاری رہے گا اور اس کی کوئی نہ کوئی صورت ضرور ایسی ہوگی جسے مومن سرانجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ آپؑ مزید فرماتے ہیں:

’’اعلاء کلمۂ اسلام میں کوشش کریں، مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں، دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلاویں آنحضرت ﷺ کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے‘‘ (البدر نمبر ۳۰ جلد ۲، ۱۴؍اگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۲۳۹)

یعنی جہاد کی یہ صورت ہمیشہ کے لئے نہیں۔ دوسری صورت سے مراد یہ ہے کہ جب دشمن اسلام مذہب کے خلاف جبر سے کام لے گا تو تمہیں بھی اجازت ہو جائے گی لیکن جب تک ایسی صورت ظاہر نہیں ہوتی اس وقت تک جہاد کی دوسری شکلیں ہیں جو تمہارے سامنے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

’’اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے (ہر جہاد کا نہیں وہ کیوں؟ اس کی وضاحت پہلے فرما چکے ہیں۔ناقل) مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یضع

الحرب یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا‘‘

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد روحانی خزائن جلد ۷ اصفحہ: ۱۵)

پس یہ تو آنحضرت ﷺ کا ہی ارشاد ہے پھر آپؑ ’’تحفہ قیصریہ‘‘ میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اور دوسرا اصول جس پر مجھے قائم کیا گیا ہے وہ جہاد کے اس غلط مسئلہ کی اصلاح ہے جو بعض نادان مسلمانوں میں مشہور ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ نے سمجھا دیا ہے کہ جن طریقوں کو آج کل جہاد سمجھا جاتا ہے وہ قرآنی تعلیم سے بالکل مخالف ہیں۔ بے شک قرآن شریف میں لڑائیوں کا حکم ہوا تھا جو موسیٰ کی لڑائیوں سے زیادہ معقول اور یشوع بن نون کی لڑائیوں سے زیادہ پسندیدگی اپنے اندر رکھتا تھا اور اس کی بناء صرف اس بات پر تھی کہ جنہوں نے مسلمانوں کے قتل کرنے کے لئے ناحق تلواریں اٹھائیں اور ناحق کے خون کئے اور ظلم کو انتہا تک پہنچایا ان کو تلواروں سے ہی قتل کیا جائے‘‘۔

(تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد ۱۲ اصفحہ: ۲۶۲)

یہ ہے خلاصہ اس قرآنی تعلیم کا جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں ملتا ہے جس کی میں نے خطبہ سے پہلے تلاوت کی تھی۔ کوئی عالم دین ہے؟ جو ان باتوں میں سے آج بھی کوئی غلط ثابت کر کے دکھائے اور بتائے کہ کہاں اعتراض کی گنجائش ہے۔ محض ایک فرضی اور جھوٹی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیدہ دانستہ منسوب کرتے ہیں حالانکہ انہوں نے خود آپ کی کتابوں کو پڑھا ہوا ہے مگر پھر بھی یہ سارے پہلو چھپاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انگریزوں نے جہاد کی تنسیخ کے لئے کھڑا کیا تھا اور اگر آپ کھڑے نہ ہوتے تو انگریز مارا جاتا اور مسلمانوں نے سلطنت انگریزی کو تباہ کر کے رکھ دینا تھا اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سے جہاد کرنا منع نہ فرماتے۔

اب ان علماء کا حال سنئے جو آج بڑھ بڑھ کر یہ الزام لگا رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس وقت یہی باتیں مسلمانوں میں خفیہ طور پر پھیلایا کرتے تھے...... جہاں تک دنیا کے سامنے باتوں کا تعلق ہے وہ کچھ اور کہا کرتے تھے لیکن انگریزی حکومت کو اپنے عقائد سے بالکل مختلف زبان

میں آگاہ کرتے تھے، ان کے سامنے ان کے عقائد بالکل کچھ اور نظر آتے تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سب سے بڑے دشمن اور جہاد کے معاملہ میں معترض تھے لکھتے ہیں:

''مفسدہ ۱۸۵۷ء میں جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ سخت گناہ گار اور باحکم قرآن وحدیث وہ مفسد، باغی، بدکردار تھے''

پھر فرماتے ہیں:

''اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے والوں کی (خواہ ان کے بھائی مسلمان کیوں نہ ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح غدر اور حرام ہے''۔

(اشاعۃ السنۃ النبویہ جلد ۹ نمبر ۱۰ صفحہ: ۳۰۸)

پھر اپنی کتاب ''اقتصاد فی مسائل الجہاد'' کے صفحہ نمبر ۱۶ پر رقم طراز ہیں:

''اس مسئلہ اور اس کے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دارالاسلام ہے اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا مہدی سوڈانی ہو یا حضرت سلطان شاہ ایرانی خواہ امیر خراسان ہو مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا ہرگز جائز نہیں۔''

یعنی ملک کے اندر جو بستے ہیں ان پر تو بادشاہِ وقت کی اطاعت کرنا اور حکومت وقت کی بات ماننا فرض ہے ہی لیکن مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یہ فتویٰ دوسرے ممالک کے لئے بھی دے رہے ہیں کہ تم جو انگریزی حکومت سے باہر بس رہے ہو تم بھی اگر انگریزی حکومت سے لڑو گے تو یہ تمہارے لئے بھی حرام ہے۔

پھر فرماتے ہیں:

''اہل اسلام کو ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت اور بغاوت حرام ہے۔'' (اشاعۃ السنۃ جلد ۶ نمبر ۱۰ صفحہ: ۲۸۷)

''اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائط امامت موجود ہے''۔

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ: ۴۷)

پس آج یہ امام کہاں سے آ گیا؟ کیا اس امامت کے لئے فوجی حکومت درکار ہوا کرتی ہے؟ خدا تعالیٰ نے مذہبی دنیا میں فوجی حکومتوں کے ذریعہ کب امام قائم کروائے تھے؟

پھر فرماتے ہیں:

''اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کرسکیں۔'' (الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ: ۷۲)

سرسید احمد خان صاحب نے ۱۸۵۷ء کے غدر میں جو لوگ شریک ہوئے ان کے متعلق فرمایا کہ:

''البتہ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورا کرنے اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات مفسدوں کی حرام زدگیوں میں سے ایک حرام زدگی تھی نہ واقع جہاد۔'' (رسالہ بغاوت ہند مؤلفہ سرسید احمد خان صفحہ: ۱۰۴)

اعلیٰ حضرت سید احمد رضا خان صاحب بریلوی امام اہل سنت بریلوی فرقہ فرماتے ہیں:

''ہندوستان دارالاسلام ہے اسے دارالحرب کہنا ہرگز صحیح نہیں''

(نصرت الابرار صفحہ: ۲۹ مطبوعہ لاہور)

حضرت سید احمد صاحب بریلوی شہید جنہوں نے جہاد کیا اور جہاد کے لئے آپ سرحد کی طرف روانہ ہوئے اور سکھوں سے بھی لڑائی کی وہ ایک مقدس دل ضرور تھا جس میں مسلمانوں کی غیرت موجزن تھی لیکن جہاں تک انگریزی حکومت کا تعلق ہے اس کے متعلق وہ کیا سمجھتے تھے اس بارہ میں آپ کے سوانح نگار محمد جعفر تھانیسری کی زبانی سُنئے۔ وہ ''سوانح احمدی کلاں'' کے صفحہ نمبر ۷۱ پر لکھتے ہیں:

''کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ اتنی دور سکھوں پر جہاد کرنے کیوں جاتے ہو؟ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے کیا منکر نہیں ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کرکے ملک ہندوستان کو لے لو۔ آپ نے فرمایا...... سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم اور تعدی نہیں

کرتی ....اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے ہم ان کے ملک میں اعلانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی .... ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی ہے اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں ۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول طرفین کا خون بلا سبب گراویں یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہو گیا اور اصل غرض جہاد کی سمجھ لی۔''

لیکن ان علماء کو جو آج احمدیت کے خلاف بول رہے ہیں ان کو آج تک سمجھ نہیں آئی۔ علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کے عہد زریں سے لے کر آج تک مسلمانوں کا ہمیشہ یہ شعار رہا کہ وہ جس حکومت کے زیر سایہ رہے اس کے وفادار اور اطاعت گزار رہتے یہ صرف ان کا طرز عمل نہ تھا بلکہ ان کے مذہب کی تعلیم تھی جو قرآن مجید، حدیث، فقہ سب میں کنایۃً اور صراحۃً مذکور ہے''

(مقالات شبلی جلد اوّل صفحہ: ۱۷۱ مطبع معارف اعظم گڑھ ۱۹۵۴ء)

خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں:

''جہاد کا مسئلہ ہمارے ہاں بچے بچے کو معلوم ہے''۔

یعنی جب تک انگریزی حکومت تھی اس وقت بچے بچے کو وہی مسئلہ معلوم تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے لیکن جس دن سے وہ حکومت گئی اس دن سے سارا مسئلہ ہی بدل گیا ہے اور اب ہر بچے کو کچھ اور ہی بتایا جا رہا ہے کہ ہمارے ماں باپ یہ کہا کرتے تھے۔ بچے بچے کو کیا معلوم تھا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں:

''وہ جانتے ہیں کہ جب کفار مذہبی امور میں حارج ہوں اور امام عادل جس کے پاس حرب وضرب کا پورا سامان ہو لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ

ہر مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے۔ مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں اور نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کر سکیں، نہ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے، ایسی صورت میں ہم ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے''۔

(رسالہ شیخ سنوسی صفحہ: ۱۷ مؤلفہ خواجہ حسن نظامی)

چنانچہ احمدیت کے دور حاضر کے معاندین میں سے بھی بعض یہی بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوئے۔ ملک محمد جعفر صاحب ایڈووکیٹ نے ''احمدیہ تحریک'' کے نام پر ایک کتاب لکھی تھی وہ فرماتے ہیں:

''مرزا صاحب کے زمانہ میں ان کے مشہور مقتدر مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی ثناء اللہ صاحب اور سر سید احمد خان سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے ردّ میں لکھا گیا اس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضا مندر ہنے کی تلقین کی ہے''۔ (شائع کردہ سندھ ساگر اکیڈمی لاہور صفحہ: ۲۴۳)

پس بعض مخالفین نے بھی یہ تسلیم کر لیا ہے کہ مسلمان علماء پر دو دور آئے ہیں ایک وہ جو انگریزی حکومت کا دور تھا اور ایک بعد کا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں وہ کچھ اور مسئلے پیش کیا کرتے تھے یعنی سارے علماء جہاد سے متعلق وہی مسائل پیش کرتے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے مگر آج ان کے مسائل بالکل بدل چکے ہیں مشرق سے مغرب کی طرف رخ کر بیٹھے ہیں۔

حوالے تو بہت زیادہ ہیں لیکن اب میں بعض تازہ حوالوں پر ختم کرتا ہوں:

شورش کاشمیری صاحب جو احمدیوں کے شدید معاندین میں سے تھے کتاب ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری''، صفحہ نمبر ۱۴۱ پر یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئے کہ:

''جمال دین ابن عبداللہ شیخ عمر حنفی مفتی مکہ معظمہ، احمد بن ذہنی شافعی

مفتی مکہ معظّمہ اور حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ سے بھی فتاویٰ حاصل کئے گئے جن میں ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا‘‘۔

تو کون سی بات باقی رہ گئی ہے کہاں کے مولوی بولیں گے اب!

مولوی مودودی جنہوں نے ’’حقیقت جہاد‘‘ لکھی اور اپنی بعض اور کتب میں بھی جہاد کے متعلق ایسی تعلیم دی جس کا کوئی ہوش وحواس والا مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا کہ آنحضرت ﷺ کے جہاد کے متعلق ایسے ظالمانہ خیالات کا اظہار ہوسکتا ہے۔ جہاد سے متعلق سب سے متشدّد نظریہ رکھنے والے آج مولوی مودودی ہیں (یعنی مراد یہ ہے کہ اس وقت ان کا فرقہ ہے جو ان کی باتوں کو تسلیم کرتا ہے آپ خود تو فوت ہو چکے ہیں) جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے ہندوستان کا تعلق ہے مولوی مودودی اپنی کتاب ’’سود حصہ اوّل‘‘ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں:۔

’’ہندوستان اس وقت بلاشبہ دارالحرب تھا‘‘

(دارالاسلام نہیں کہہ رہے۔ کس وقت دارالحرب تھا؟)

’’جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی‘‘

(بعینہ یہی تعلیم جماعت احمدیہ کی ہے کہ جب کوئی غیر پہلے حملہ کرتا ہے تو اس سے لڑو، اپنی عزتوں کی حفاظت کرو، اپنے مال کی حفاظت کرو، اپنے دین کی حفاظت کرو اور ایک ایک بچہ بھی کٹ کر مر جائے تو تم نے ہتھیار نہیں ڈالنے، اس وقت دارالحرب ہوتا ہے اس وقت ہر قسم کا دفاع جہادِ اسلام کہلا سکتا ہے چنانچہ مولوی مودودی بھی یہی بات کہتے ہیں)

’’اس وقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن جب وہ مغلوب ہو گئے اور انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دارالحرب نہیں رہا‘‘

(سود حصہ اوّل شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی لاہور صفحہ ۷۷-۷۸)

جلالۃ الملک شاہ فیصل نے ۱۳۸۵ ہجری حج کے موقع پر رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کے اجتماع میں فرمایا:

''اے معزز بھائیو! تم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کے لئے بلایا گیا ہے۔ جہاد صرف بندوق اٹھانے یا تلوار لہرانے کا نام نہیں بلکہ جہاد تو اللہ کی کتاب اور رسول مقبول ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دینے، ان پر عمل پیرا ہونے اور ہر قسم کی مشکلات، دقتوں اور تکالیف کے باوجود استقلال سے اس پر قائم رہنے کا نام ہے''۔

(ام القریٰ مکہ معظمہ ۲۴ر اپریل ۱۹۶۵ء)

پھر فرماتے ہیں:

''ان (غیر مسلم حکومتوں میں رہنے والے مسلمانوں) پر جو خدمت دین اور اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اتباع واجب ہے انہیں اسے ادا کرنا چاہئے۔ ہم ان بھائیوں کو ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اپنی حکومتوں کے نظام کے خلاف کھڑے ہو جائیں اور بغاوت کریں۔ ہاں انہیں باہمی طور پر اپنے عقائد اور نیتوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت نبویؐ کو حکم ٹھہرانا چاہئے نیز جو حکومتیں انہیں امن دیتی ہیں انہیں ان سے صلح سے رہنا چاہئے وہ اپنے ممالک میں نظام کو توڑنے والے یا تخریبی عنصر ہرگز نہ بنیں'' (ام القریٰ مکہ معظمہ ۲۴ر اپریل ۱۹۶۵ء)

پس وہ علماء کہاں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کا منکر اور منسوخ کرنے والے اور **نعوذ باللہ من ذالک** انگریزوں کے خوشامدی اور ان کی خاطر ایک فساد کھڑا کرنے والے بتاتے ہیں۔ لیکن جو باتیں آپ نے بیان فرمائیں وہ ساری باتیں آپؑ کے زمانہ کے علماء اس وقت کہہ رہے تھے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو بات دوسروں سے کہتے تھے وہی بات اپنوں سے بھی کہتے تھے اور جو انگریزوں سے کہتے تھے وہی اپنی جماعت کو بھی مخاطب کر کے کہتے تھے۔ آپ کی ذات یا جماعت میں کوئی دوغلا پن یا کوئی دورنگی نہیں تھی اور جس جہاد کا اعلان کرتے تھے اس پر قائم بھی تھے اور جہاد کے اس تصور پر صرف زبانی جمع خرچ نہیں تھا بلکہ آپؑ نے اپنی ساری

زندگی، اپنا سارا وجود اس جہاد کی پیروی میں خرچ کیا اور تمام جماعت کو بھی اسی کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ملکہ وکٹوریہ کی تعریف اور اسے رحمت کا سایہ قرار دینے کا جو علماء الزام لگاتے ہیں۔ کون ہے ان علماء میں سے جن کے نام میں نے پڑھ کر سنائے ہیں یا کوئی اور مخالف عالم جس نے ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی جرأت کے ساتھ عیسائیت پر کھلی تنقید کرتے ہوئے اور اسے ایک جھوٹا اور ایک مردہ مذہب قرار دیتے ہوئے اس وقت کی ملکہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ جس ملکہ کی حکومت پر سورج غروب نہیں ہوا کرتا تھا ایک طرف اس کے انصاف کی تعریف فرمائی تو دوسری طرف اسے کھلم کھلا اسلام کی طرف آنے کی دعوت دی۔

اب دیکھئے دیگر علماء کا کیا کردار تھا وہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے تھے جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عارف باللہ نگاہ نے اسے دارالاسلام کے طور پر نہیں دیکھا بلکہ دارالحرب سمجھا کیونکہ آپؑ جہاد کا حقیقی عرفان رکھتے تھے، آپ جانتے تھے کہ جہاد کس کو کہتے ہیں کیونکہ جہاں جہاد فرض ہے وہ دارالاسلام نہیں ہوسکتا وہ تو دارالحرب ہے لیکن کن معنوں میں؟ اس کی آپؑ خود تشریح فرماتے ہیں:

> ''یہ مقام دارالحرب ہے پادریوں کے مقابلہ میں۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہرگز بیکار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب ان کے ہم رنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لے کر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام **سلطان القلم** اور میرے قلم کو **ذوالفقار علی** فرمایا ہے۔ اس میں یہی سرّ ہے کہ یہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں بلکہ قلم کا زمانہ ہے''۔ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۵۱)

پھر آپ ملکہ معظّمہ وکٹوریہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اے معزز ملکہ! مجھے تعجب ہے کہ تو باوجود کمال فضل اور علم وفراست کے دین اسلام کی منکر ہے (کیا یہ خوشامدی کی زبان ہوا کرتی ہے اگر تم خوشامدی نہیں تھے تو تمہیں ایسے الفاظ کی توفیق کیوں نہ ملی)............اور جس

غور وفکر کی آنکھ سے سلطنت کے امور سرانجام دیتی ہے اس آنکھ سے اسلام کے بارے میں غور کیوں نہیں کرتی۔ سخت تاریکی کے بعد اب جبکہ آفتاب طلوع ہو چکا ہے تو کیا اب بھی تُو نہیں دیکھتی۔ تو جان لے (اللہ تیری مدد کرے) یقیناً دین اسلام ہی انوار کا مجموعہ ہے، نہروں کا منبع اور پھلوں کا بستان ہے۔ تمام ادیان اسی کا ایک حصہ ہیں۔ پس تو اس کی خوبصورتی کو دیکھ اور ان لوگوں میں سے ہو جا کہ جو اس سے بافراغت رزق دیئے جاتے ہیں اور اس کے باغات سے کھاتے ہیں۔ یقیناً یہ دین ہی زندہ ہے، برکات کا مجموعہ اور نشانات کا مظہر ہے جو پاکیزہ باتوں کا حکم دیتا ہے اور بدیوں سے روکتا ہے اور جو کوئی اس کے خلاف کہتا ہے یا نافرمانی کرتا ہے وہ نامراد رہتا ہے۔ اے معزز ملکہ! دنیاوی نعماء کے لحاظ سے خدا کا بہت بڑا افضل تجھ پر ہے۔ پس اب تو آخرت کی بادشاہت میں بھی دلچسپی پیدا کر اور توبہ کر اور اس خدائے واحد و یگانہ کی فرمانبرداری اختیار کر کہ نہ تو اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ ہی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک۔ پس تو اسی کی بڑائی بیان کر۔ کیا تم اس کے علاوہ معبود بناتے ہو ان کو جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ پس اگر تو کسی شک میں ہے تو آ! میں اس کی سچائی کے نشانات دکھانے کو تیار ہوں۔ وہ ہر حال میں میرے ساتھ ہے۔ جب میں اسے پکارتا ہوں تو وہ میری پکار کا جواب دیتا ہے اور جب اسے بلاتا ہوں تو میری مدد کو پہنچتا ہے اور جب اس سے مدد کا طلبگار ہوتا ہوں تو میری نصرت فرماتا ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ہر مقام پر میری مدد فرمائے گا اور مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ پس کیا تو جزاء وسزا کے دن کے خوف سے میرے نشانات اور صدق وسداد کے ظہور کو دیکھنا پسند کرے گی۔ اے قیصرہ! توبہ کر، توبہ کر اور سن تا کہ خدا تیرے مال میں اور ہر اس چیز میں جس کی تو مالک ہے برکت بخشے اور تو ان لوگوں میں سے ہو جائے جن پر خدا کی رحمت کی نظر ہوتی ہے''۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۳۰ تا ۵۳۳ ترجمہ از عربی عبارت)

یہ ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام اور یہ ہے آپ کا تصور جہاد اور پھر اس پر عمل درآمد۔ اس زمانہ کے کسی عالم دین کی ایک آواز بھی آپ کو نہیں ملے گی جس کو اتنی جرأت ہو کہ ملکہ وکٹوریہ کو سوائے خوشامدی الفاظ کے خطاب کر سکے۔ ''پس توبہ کر'' کے الفاظ تو اس زمانہ کی سلطنت کے لئے ایک بم کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ بہت عظیم الشان کلام ہے اور بڑے واضح الفاظ میں ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کی دعوت دی ہے اور اس جھوٹے دین سے توبہ کرنے کی دعوت دی ہے اور اسلام کی طرف بلایا ہے اور یہی وہ جہاد کا جذبہ ہے، یہی وہ روح جہاد ہے جس کو سمجھنے کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت کو ایک نہ ختم ہونے والے جہاد کے رستہ پر ڈال دیا ہے اور دن رات بلکہ ہمارا ہر لمحہ جہاد بن گیا ہے۔ چنانچہ پاکستان کے ایک نامور مؤرخ شیخ محمد اکرام صاحب اس بات کو محسوس کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''دنیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے احمدیوں............ نے اس حقیقت کو پایا کہ اگرچہ آج اسلام کے سیاسی زوال کا زمانہ ہے لیکن عیسائی حکومتوں میں تبلیغ کی اجازت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا موقع بھی حاصل ہے جو مذہب کی تاریخ میں نیا ہے اور جس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے''۔

پھر فرماتے ہیں:

''عام مسلمان تو جہاد بالسیف کے عقیدے کا خیالی دم بھرتے، نہ عملی جہاد کرتے ہیں نہ تبلیغی جہاد لیکن احمدی ۔۔۔۔۔۔۔ دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں اور اس میں انہیں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے''۔

(موج کوثر صفحہ:۱۷۹)

آخر پر میں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور جہاد اور مولوی مودودی صاحب کے تصور جہاد کا ایک موازنہ کر کے دکھاتا ہوں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ ان علماء کے دو تصور ہیں۔ انگریزی حکومت کے دوران جو باتیں وہ کرتے تھے وہ اور ہیں اور جب وہ حکومت ختم ہوگئی تو پھر وہ جو باتیں کرتے ہیں وہ اور ہیں، گویا ان کے ہر چیز میں دو پیمانے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی طرف وہ ایسا خوفناک تصور جہاد منسوب کرتے ہیں کہ ایک غیرت مند مسلمان اس کو سن کر اذیت میں

مبتلا ہو جاتا ہے، ان کا تصور جہاد اعصاب شکن ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف باتیں کرنے اور الزام تراشی میں آج یہ مودودی گروہ سب سے آگے ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ مولوی مودودی کا تصور جہاد ان کے الفاظ میں آپ کے سامنے رکھوں میجر آسبرن کی کتاب ’’Islam Under The Arab Rule‘‘ اسلام زیر حکومت عرب کا ایک اقتباس میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کو تکلیفیں دی جاتی تھیں تو اس وقت:

’’جو اصول آپ نے تجویز کئے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر کامیابی کے نشے نے آپ کے بہتر خیالات کی آواز کو (نعوذ باللہ من ذالک) بہت عرصہ پہلے ہی خاموش کرا یا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ (انہوں نے) جنگ کا ایک عام فرمان جاری کر دیا تھا (جس کا نتیجہ یہ تھا کہ) اہل عرب نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر جلتے ہوئے شہروں کے شعلوں اور تباہ و برباد شدہ خاندانوں کی چیخ و پکار کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی‘‘۔

(صفحہ ۴۶ مطبوعہ لانگ مین گرین اینڈ کمپنی لندن)

غلبہ اسلام کا کیسا ظالمانہ اور کیسا ناپاک تصور ہے۔ جو ایک اسلام دشمن مستشرق پیش کر رہا ہے اسی تصور کو مولوی مودودی لگی لپٹی باتوں میں گویا ریشم کے کپڑے میں لپیٹ کر اور اپنی فصاحت اور بلاغت کے پردوں میں چھپا کر اس طرح پیش کرتے ہیں:

’’رسول اللہ ﷺ تیرہ برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ وعظ و تلقین کا جو موثر سے موثر انداز ہوسکتا تھا اسے اختیار کیا۔ مضبوط دلائل دیئے، واضح حجتیں پیش کیں، فصاحت و بلاغت اور زور خطابت سے دلوں کو گرمایا، اللہ کی جانب سے محیر العقول معجزے دکھائے، اپنے اخلاق اور اپنی پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار و اثبات کے لئے مفید ہوسکتا تھا۔ لیکن آپؐ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپؐ کی صداقت کے روشن ہو جانے کے باوجود آپؐ کی دعوت قبول کرنے

سے انکار کردیا۔ حق ان کے سامنے خوب ظاہر ہو چکا تھا۔ انہوں نے بِـــرَایِ الْــعَیْــنِ دیکھ لیا تھا کہ جس راہ کی طرف ان کا ہادی انہیں بلا رہا ہے وہ سیدھی راہ ہے۔ اس کے باوجود صرف یہ چیز انہیں اس راہ کو اختیار کرنے سے روک رہی تھی کہ ان لذتوں کو چھوڑنا انہیں ناگوار تھا جو کافرانہ بے قیدی کی زندگی میں انہیں حاصل تھیں۔ لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد۔‘‘

(الجہاد فی الاسلام ۔ بارسوم ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۴۱۔۱۴۲)

یعنی **نعوذ باللہ من ذالک** آنحضرت ﷺ وعظ و تلقین میں ناکام ہو گئے۔

کیسی جاہلانہ، خوفناک اور ظالمانہ بات ہے جو مولوی مودودی کے قلم سے جاری ہو رہی ہے اور وہ کوئی خوف نہیں کر رہے۔ اس آواز کو سنیں اور قران کریم کی اس آواز کو سنیں فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى (الاعلیٰ:۱۰) اے محمدؐ! تو نصیحت کرتا چلا جا کیونکہ یقیناً تیری نصیحت ناکام نہیں ہوسکتی تیرے انداز اور ہیں، تیری نصیحت میں ایک ایسی قوت ہے جو ناکامی کا منہ نہیں دیکھ سکتی اور اگر تیری نصیحت کے باوجود کوئی نہیں مانتا تو ہم تجھے زبردستی کی اجازت نہیں دیتے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝

(الغاشیۃ:۲۲۔۲۵)

کہ تیری نصیحت میں حسن ہے، پیار ہے، ملاحت ہے، تیری باتیں دل نشین ہیں اور ہو نہیں سکتا کہ وہ اثر نہ کریں ہم تجھے اس بات کا یقین دلاتے ہیں لیکن اگر کوئی بدقسمت ان سے منہ موڑے اور انہیں قبول نہ کرے تو ہم تجھے زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دیتے، ہم نے تجھے داروغہ نہیں بنایا، تو صرف مذکر ہے اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ پھر جو کوئی انکار کرے گا ہم اسے پکڑیں گے اور اسے سزا دیں گے۔ یہ تو کلام اللہ ہے اور وہ کلام مودودی ہے جو یہ کہہ رہا ہے کہ جب وعظ و تلقین کی ناکامی (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ دکھ کے باعث یہ فقرہ پڑھا نہیں جاتا)

’’لیکن جب وعظ و تلقین کی ناکامی کے بعد داعی اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی اور الا **کل مأثرةٍ أو دمٍ أو مالٍ یُدعی فھو تحت قد مِیّ ھاتین**‘‘

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ خبردار ہر قسم کے امتیازات اور خون اور مال جس کی طرف بلایا جاتا تھا یعنی جس کی وجہ سے لڑائی کی طرف بلایا جاتا تھا وہ آج میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے یہ اعلان کب فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے یہ اعلان حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا اور یہ آپ کا آخری اعلان ہے۔ پس دیکھئے کس طرح باتوں کو توڑ امروڑ ا گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ایک عالم دین کو اس کی خبر نہ ہو کہ یہ اعلان کس موقع کا ہے اور وہ کس زمانہ میں لے جا کر اس کو چسپاں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

> ”کا اعلان کر کے تمام موروثی امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔ عزت واقتدار کے تمام رسمی بتوں کو توڑ دیا، ملک میں ایک منظّم اور منضبط حکومت قائم کر دی، اخلاقی قوانین کو بزور نافذ کر کے اس بدکاری و گناہگاری کی آزادی کو سلب کر لیا جس کی لذتیں ان کو مدہوش کئے ہوئے تھیں اور وہ پرامن فضا پیدا کر دی جو اخلاقی فضائل اور انسانی محاسن کے نشو ونما کے لئے ہمیشہ ضروری ہوا کرتی ہے“۔ (الجہاد فی الاسلام صفحہ:۱۴۲)

اسی بات کو آسبرن یوں کہتا ہے کہ بیواؤں اور یتیموں کی دردناک چیخوں کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی اس کے بعد تو رونے اور چلانے والوں کو آخر نیند آجایا کرتی ہے۔

اس کا نام مودودی صاحب نے رکھا ہے تسکین (یعنی کہ گویا اب کوئی مخالف آواز نہیں اٹھ رہی) چنانچہ مودودی صاحب آگے چل کر کہتے ہیں:

> ”تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی و شرارت کا زنگ چھوٹنے لگا، طبیعتوں سے فاسد مادے خود بخود نکل گئے، روحوں کی کثافتیں دور ہو گئیں“۔

قوت قدسیہ، سمجھانا، تذکیر، دعائیں جب اثر پیدا کرنے میں کلیۃً ناکام ہو گئیں (**نعوذ بالله من ذالک**) تو بقول مودودی صاحب اس وقت تلوار چلی جس نے یہ سارے کام کر دکھائے اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پردہ ہٹ کر حق کا نور صاف عیاں ہو گیا۔

کونسا پردہ؟ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (البقرۃ:۸)

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائیں گے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ (البقرہ:۷) سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ والوں کی تصویر کھینچی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ظلم اور سفا کی کے پردے چاک نہیں ہوا کرتے لیکن مودودی صاحب کہتے ہیں اللہ کو کیا پتہ میں جانتا ہوں کہ جب تک تلوار استعمال نہیں ہوئی پردے چاک نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک صحیح فرما رہا تھا جب تک تلوار نہیں اٹھی مگر جب تلوار چلی تو پھر یہ سارے پردے چاک ہو گئے۔

”بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی جو ظہور حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔ عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی (سُنیئے!) جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہوگئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کر دیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے“

(الجہاد فی الاسلام صفحہ:۱۴۱-۱۴۲)

ایسی تحریر تو تاریخ سے کلیۃً ناواقف شخص کی ہو سکتی ہے۔ اس اعلان کے ایک ایک لفظ کو انڈونیشیا کا ہر مسلمان جھٹلا رہا ہے، اس اعلان کے ایک ایک لفظ کو چین کے وہ چار صوبے جو تمام تر مسلمان ہو چکے ہیں وہ سب جھٹلا رہے ہیں۔ اسلام کی کوئی تلوار نہ انڈونیشیا پہنچی نہ ملایا اور نہ چین۔ ان کا ایک ایک بچہ، ان کی ایک ایک عورت، ان کا ایک ایک مرد ایک ایک جوان اور ایک ایک بوڑھا مودودی صاحب کے اعلان کو جھٹلا رہا ہے اور اعلان کر رہا ہے کہ خدا کی قسم محمدؐ کی تلوار نے نہیں محمدؐ کے حسن نے ہمیں فریفتہ بنایا تھا اور اس کے حسن اور قوت قدسیہ نے ہمارے دل جیتے ہیں۔ انقلاب کیسے برپا ہوا، کون سا جہاد تھا جس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ کو عظیم الشان غلبہ نصیب ہوا اس سے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا انقلاب دعاؤں کے ہی نتیجہ میں رونما ہوا تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں

مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یکدفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا؟ **وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا** اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس امّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھی اللھم صل وسلم و بارک علیه و آلهٖ''۔

(برکات الدعا روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ: ۱۰۔۱۱)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تحریر کے مقابلہ پر مودودی صاحب کی تحریر پڑھ کر دیکھ لیجئے دونوں میں ایک فرق بین ہے، بُعد المشرقین یعنی مشرق اور مغرب کا فرق ہے۔ایک طرف روح حق اور روح اسلام بول رہی ہے جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مطہر پر جلوہ افروز ہوئی اور پاک کلام کی صورت میں آپ کی زبان مبارک سے جاری ہوئی۔ یہ وہ آواز ہے جس نے ہمیں غلبہ اسلام کی قوت کے سرچشمہ کی راہ دکھائی اور ہماری تشنہ روحوں کو سیراب کیا، جس نے اس ازلی وابدی صداقت سے ہمیں روشناس کرایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے غلبہ اور قوت، شوکت اور سطوت کا راز آپؐ کی قوت قدسیہ میں نہاں تھا۔ جو مقبول دعاؤں کی صورت میں ایک گھٹا بن کر اٹھی اور مخالف کی ہر اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا جو صحرائے عرب میں بھڑکائی گئی تھی اور خشک وتر اور بحر و بر کو سیراب کیا اور ایک ایسا آب حیات برسایا جس نے صحراؤں کو سبزہ زاروں میں اور ویرانوں کو چمنستانوں میں تبدیل کر دیا اور مردہ زمینوں کو زندہ کر دیا۔

پس ایک طرف یہ ہے کہ روح حق اور روح اسلام کی آواز اور دوسری طرف مودودیت کی روح ہے جو مودودی صاحب کے الفاظ میں بول رہی ہے اور ظلم وستم کے عجیب گل کھلا رہی ہے۔ اسلامی تعلیم کے مطالعہ کے بعد ان کی عمر بھر کی عرقریزی کا نچوڑ یہ ہے جو وہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں ''جب وعظ وتلقین کی ناکامی کے بعد............'' انا للّٰه و انا اليه راجعون! کیا یہ مزاج شناس نبوت کی آواز ہے جو ہم سن رہے ہیں۔نہیں! نہیں! مزاج شناس نبوت نہ کہو یہ تو معاندین اسلام کے

مزاج سے ہم آہنگ آواز ہے، یہ تو وہی آواز ہے جو میجر آسبرن کے خون میں آتش غضب بن کر دوڑا کرتی تھی، یہ تو وہی نجس آتش سیال ہے جس نے ہزار ہا معاندین اسلام کو آنحضرت ﷺ کے خلاف آتش حسد میں بریاں رکھا۔ میرے وجود پر تو اس تحریر کو پڑھ کر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ تن بدن میں آگ سی لگ جاتی ہے، الفاظ نہیں یہ تو بے رحم پتھر ہیں، کلام نہیں یہ تو سفاک اور تیز دھار نشتر ہیں جو ہر عاشق رسولؐ کے دل پر چلتے ہیں۔ یہ وہ نشتر ہیں جن کے زخم گہرے اور پر درد اور سخت اذیت ناک ہیں۔ کیا یہ مزاج شناس نبوت کی آواز ہے جو ہم سن رہے ہیں۔ نہیں! نہیں! یہ تو آسبرن اور پادری عمادالدین کی باتیں ہیں جو مسلمانوں کے دل کو خون کرنے والی ہیں۔ خدا کے لئے اسے روح اسلام نہ کہو اسے روح مودودیت کہو۔ تف ہے ان پر جو اس آواز کو روح اسلام کہتے ہیں۔ کہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عارفانہ تصور غلبہ اسلام اور تصور جہاد اور کہاں یہ بھیس بدلی ہوئی لاکھ پردوں میں لپٹی ہوئی باتیں جو ان پردوں میں رہ کر بھی اپنے زہر کو چھپا نہیں سکتیں، ان کا نشتر ان پردوں کو چاک کر کے پھر بھی ہمارے دلوں پر حملہ کر رہا ہے۔

پس یہ وہ باتیں ہیں جو آنحضرت ﷺ اور اسلام پر سب سے زیادہ بھیانک الزامات ہیں۔ ہم کیسے تسلیم کریں اس تصور جہاد کو۔ یہ تو مٹنے اور رد کئے جانے کے لائق تصور ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد ﷺ کی طرف ایک لحظہ کے لئے بھی اس تصور کو منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس کو کسی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ پس ان علماء کے حالات کو دیکھیں دل پر ایک عجیب سی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ اسلام کے نام پر مگر اس کی روح سے یکسر غافل یہ لوگ خدا کے مقدس وجودوں پر ظالمانہ حملے کرنے والے وقت وقت کی آوازیں بدلتے رہتے ہیں اور کوئی خوف نہیں کھاتے کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ ہماری زبان کیا ہے اور ہمارا عمل کیا ہے۔

جہاں تک اس مضمون کے بقیہ حصہ کا تعلق ہے کہ جب کبھی عالم اسلام پر مصیبتوں کے وقت آئے تو کون تھا جو اس کی خاطر صف اول میں سینہ سپر ہو گیا اور اسلام کے دکھ اپنے سینے پر لئے، کیا وہ احمدی مسلمان تھے یا یہ علماء جو سادہ لوح مسلمانوں کو ہمیشہ بیوقوف بناتے رہے اور آج بھی بنا رہے ہیں۔ چونکہ وقت بہت زیادہ ہو چکا ہے اس لئے جہاں تک اس حصہ کا تعلق ہے اس پر انشاء اللہ تعالیٰ میں آئندہ خطبہ میں روشنی ڈالوں گا۔